

غنجوار آیا = یعنی ہدیہ غنجوار ہے۔ ہدیہ غنجوار آیا۔ آیا کی جگہ آمد رکھ دیجئے
 تو سالم شعر فارسی بنجاتا ہے۔ جراثحت تحفہ الماس ارمنغان ذرا جگر
 ہدیہ۔ مبارک باد اسد غنجوار جان درد مند آمد۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار
 صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

قیس = مجنونِ عامری کا نام ہے جو قبیلہ بنی عامر کے ایک رئیس کا بیٹا تھا۔
 لیلے عامری پر عاشق تھا اور اوس کے عشق میں شہ سجری میں انتقال کیا
 کہتے ہیں کہ لیلیٰ بھی اوس پر عاشق تھی۔ اور = دوسرا۔ دیگر۔ بروی
 کار آنا = بروی کار آمدن کا ترجمہ ہے۔ بروی کار آمدن یعنی میدان
 میں آنا۔ رونق پذیر ہونا۔ مشہور ہونا۔ ظاہر ہونا۔ آشکار ہونا۔ میرزا
 صاحب فرماتے ہیں یہ یا قوتِ آبدار تو آورد عاقبت خطی بروی
 کار کہ بریحان بگرد رفت خط را بروی کار آورد یعنی خط کو ظاہر کر دیا۔
 یہ = ہا ہی تشبیہ یعنی مانند۔ بہ تنگی چشم حسود یعنی مانند تنگی چشم حسود۔
 حسود = نفع اول و ضم ثانی بروزن فعول بدخواہ اور بہت حد کرنے والا
 کہتے ہیں۔ تنہا کی جگہ بود لکھ دیجئے تو مصرع فارسی ہو جاتا ہے۔ مصرع
 صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود میں نے ذرا سے تغیر و تبدل میں اس
 شعر کو پورا فارسی بنا دیا ہے۔ جز قیس پچ مرد نیاید بروی کار
 صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود

اشفتگی کے نقش سپید کیا اور
 ظاہر ہو اگر ذرا کا سطر یہ دو تہا

نقش درست کرنا = یعنی نقش بنانا۔ نقش تیار کرنا۔ یہ محاورہ فارسی
 اپنے نقش درست کردن کا ترجمہ ہے۔ سویدا = کالا نقطہ جو دل پر ہوتا ہے۔
 ترکیب نحوی میں نقش سویدا مفعول بہ ہے یعنی آشفنگی نے نقش سویدا کو
 بنایا پریشانی اور آشفنگی یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور فارسی میں
 آشفنگی بمعنی پریشانی کثرت سے مستعمل ہے چنانچہ میرزا صاحب رحم فرمائے ہیں
 آشفنگی ز عقل پذیرد مانع ماہ فانس گرد باد شود بر چرخ ماہ
 اور مولانا ظہوری رحم فرمائے ہیں واعظ چہ کنی دستہ حدیث
 گل و سنبل بہ بر خیز کہ آشفنگہ مانع است دل ما۔ اور آشفنگہ جس سے لفظ
 آشفنگی بنا ہے اردو میں بھی بمعنی پریشان کثرت سے آیا ہے چنانچہ
 وبال آشفنگہ حالون کی پریشانی کا پڑتا ہے۔ چونکہ گہی کو سواد زلف میں تشہیر
 کرتے ہیں اور ارقم الحروف کا شعر ہے نیم صبح اس کا کل فشان
 سے ہے آشفنگہ در کہنا وہ بو اسے نافہ تا تا کیسی ہے فرہنگ
 ابن جن آرے ناصری میں لکھتے ہیں کہ آشفنگہ بروزن آشفنگہ بمعنی ہم برآمدہ و
 پریشان۔ اور لفظ بہا بحم میں لکھا ہے کہ آشفنگی۔ پریشانی و شوریدگی
 وبال لفظ کشیدن و پذیرفتن بصلہ از مستعمل۔ پس بعض اصحاب جو یہ کہتے ہیں
 کہ آشفنگی بمعنی پریشانی نہیں آیا یہ قول انکا غلط ہے۔ مانع = یعنی
 وہی مانع سویدا جو مصرع اول میں آیا ہے۔ اصل میں یہ شعر اس طرح ہے
 آشفنگی نے مانع سویدا کیا درست۔ ظاہر ہوا کہ مانع کا سرما یہ
 دو د تھا۔ مگر چونکہ اس موقع پر تکرار لفظی معیوب ہے لہذا مانع سویدا کی جگہ میں

نقش سویدا کہا ہے۔ مصرع ثانی میں داغ سے مراد داغ سویدا ہے جو ابھی مذکور
ہوا ہے۔ لفظ داغ کے معنی ہیں دہیا اور نشان اور زخم اور غم وغیرہ۔ اردو والوں نے
داغ کو ٹائیے علامت مصدر لگا کر داغنا مصدر بنا لیا ہے اور اس کے معنی
ہیں فیر کرنا اور توپ یا بندوق چھوڑنا لہذا داغ بصریہ واحد حاضر بھی آیا ہے گفاری
میں داغیدن کوئی مصدر نہیں ہے۔ داغ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہی
لفظ ہے جسکو ہندی میں واگ بگاف فارسی کہتے ہیں واگ کے معنی جلا اور مٹانے
کے ہیں۔ داغ اٹھانا اور داغ دینا اور داغ کہنا اور داغ لگانا لفظ داغ کے مرکبات
ہیں۔ دود = دھوان = سرمایہ = متاع اور پوچی۔ مزا کے اس شعر کا
مطلب یہ ہے کہ سویدا جو سیاہ رنگ ہوتا ہے وہ دود غم سے بنا لیا گیا ہے
اور اسی واسطے ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا دل دنیا میں غم و اندوہ سے
خالی نہیں ہے۔ ہر شخص کا دل کسی نہ کسی وقت بتلا سے غم ہونا اس بات
کو ظاہر کرتا ہے کہ سویدا کا سرمایہ غم کا دھوان ہے۔ ظاہر ہے کہ دھوان بھی
سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سویدا بھی سیاہ ہوتا ہے اور غم کا تعلق دل کے
ساتھ ہے اور سویدا دل پر ہوتا ہے لہذا مزا نے یہاں سے پہلے مضمون
نکالا کہ دلون کا آشفته و پریشان و غم زدہ ہونا اس بات کو بتا رہا ہے
کہ سویدا کا سرمایہ دود آشفگی اور دود پریشانی یا دود غم ہے جسکی وجہ سے
دلون کا آشفته و پریشان ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔

جس تک یہ کہل گئی نہ زبان سیاہ مہیا

تھا جو این خیال کو بچھ سے معاملہ

خواب خیال صنعت مراعات النظر ہے اور زبان و سود صنعت
تضاد ہے جسکو صنعت طباق بھی کہتے ہیں۔ آنکھ کہل جانا = یعنی
جاگنا اور بیدار ہو جانا۔ شعر صاف ہے اور اسکا مضمون ظاہر ہے۔

یہاں کتب غم دل میں سبق منور
لیکن یہی کف رفت گیا اور بود تہا

یعنی کتب غم دل میں منور بتدی ہوں۔ آئندہ بڑے بڑے غم و اندوہ اس
عاشقی میں طے کرینے کے ہیں۔ رفت گیا اور بود تہا یہ ابتدائی چیز میں
میں جیسے بتدی اطفال الفاظ یاد کیا کرتے ہیں۔

وہاں کفن نے داغ عینو برہنگی
میں نہ ہر لباس مننگ تہا

داغ = دہنا۔ عیوب = عیب کی جمع ہے۔ برہنگی = ننگا پن۔ منگ
شرم و عار۔ وجود = ہستی و زندگی۔ شعر صاف ہے یعنی میرے مر جانے سے
میرے عیوب برہنگی پوشیدہ و مخفی ہو گئے۔ کفن نے یعنی موت و مر جانے
کیونکہ مردہ کو کفن پہناتے ہیں لہذا کفن سے موت کا استعارہ کیا ہے
کفن میں دونوں کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ثقل و تنافس پیدا ہو گیا ہے۔

تیشے غیر نسا کو یکن اسد
گشتہ خار رسوم و قیود تہا

تیشے غیر = یعنی غیر تیشے کے۔ کو یکن = فرہاد کا لقب ہے جو شیریں کا
عاشق تھا۔ رسوم = رسم کی جمع ہے۔ قیود = قید کی جمع ہے۔ تیشے

بسولاء مصرع ثانی میں تھما کی جگہ ہو لکھ دیا جائے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے
 مصرع سرگشتہ خار رسوم و قیود لود و سبگشتہ = حیران و پریشان -
 چونکہ خار کا اثر دماغ پر زیادہ تر ہوتا ہے لہذا سر کا لفظ مناسب خار ہے -

کہتے ہو دینکے ہم دل گر پڑا پایا | دل کہاں کہم کیجے ہم مدعا پایا

دل کہاں الخ = یعنی ہم نے دل کے عوض میں مدعا و آرزو و تمنا سے معشوق پائی
 ہے - ہمارے سینہ میں دل نہیں ہے بلکہ تمنا سے معشوق ہے -
 کہتے ہو کا مخاطب معشوق ہے -

دوستدار شمن ہی اعتمادِ دل معلوم | آہ بے اثر دیہی نالہ نار سا پایا

جو دوست تھا وہ دشمن ہے اور دل جس پر بہر و سنا تھا وہ بے اعتبار ہے اور
 آہ بے اثر ہے اور نالہ نار سا ہے یعنی ہماری یہ حالت ہے اور ہم ان
 مصائب میں مبتلا ہیں جیسے خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں
 شب تاریکے ہم موج و گردا بے چین ہائل و کجا دانند حال ما
 سبسا ان ساحل کا اور فرزانے فارسی دیوان میں کہا ہے
 ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز و گستاخگر گشتی و ناخدا خفتہ است
 اس شعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ آہ و نالہ جو پہلے اثر اور رسائی
 کے لحاظ سے دوستدار تھے اب بسبب اثری و نار سائی کے دشمن ہیں
 چونکہ آہ و نالہ کا تعلق دل کے ساتھ ہے لہذا دل پر بھروسہ کیا جائیے